تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کا ترجمان

ماہنامہ

جلد نمبر: 7

شمارہ: 12

انٹرنیٹ گزٹ

دسمبر 2017ء

المنار

زیر نگرانی: شعبہ اشاعت-تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن-یو.کے

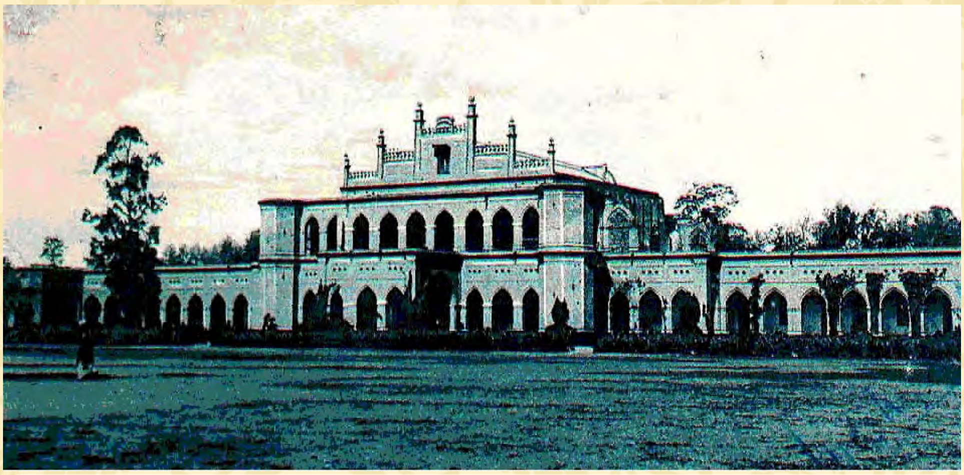

Taleem-Ul-Islam College Old Students Association - U.K

181, London Road, Mordan, SM4 5HF, London.

Ph. 020 8877 5510, 7886304637 - Fax: 020 8877 9987

ticosauk2017@gmail.com - www.alminaruk.com

قال اللہ تعالیٰ

پس اللہ بلند شان والا ہے وہی بادشاہِ حقیقی ہے، اور آپ قرآن (کے پڑھنے) میں جلدی نہ کیا کریں قبل اس کے کہ اس کی وحی آپ پر پوری اتر جائے، اور آپ (رب کے حضور یہ) عرض کیا کریں کہ اے میرے رب! مجھے علم میں اور بڑھا دے۔

(طٰہٰ:115)

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے، سوائے تین اعمال کے ☆ صدقۂ جاریہ ☆ ایسا علم جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں ☆ اور نیک اولاد جو میّت کے لئے دعا کرے۔

(مسلم، حدیث نمبر 3084)

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

علم وحکمت ایسا خزانہ ہے جو تمام دولتوں سے اشرف ہے۔ دنیا کی تمام دولتوں کو فنا ہے لیکن علم وحکمت کو فنا نہیں۔ پس جو جلدی نہیں کرتا بلکہ فکر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ اے اللہ اگر میں غلطی پر ہوں تو مجھے بصیرت اور معرفت عطا کر وہ اس حکمت کے خزانہ کو محفوظ رکھتا ہے۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۱۰۱)

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

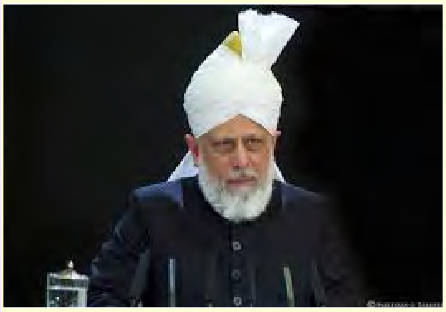

عہدِ بیعت کا خلاصہ کیا ہے؟ شرک سے اجتناب کرنا، جھوٹ سے بچنا، لڑائی جھگڑوں اور ظلم سے بچنا، خیانت سے بچنا، فساد اور بغاوت سے بچنا، نفسانی جوش کو دبانا، پانچ وقت نمازوں کی ادائیگی کرنا، تہجّد کی ادائیگی کی طرف توجہ دینا، تسبیح وتحمید کرنا، تنگی اور آسائش ہر حالت میں خدا تعالیٰ سے وفا کرنا، قرآن شریف کے احکامات پر عمل کرنا، تکبر نخوت سے پرہیز کرنا، عاجزی اور خوش خلقی کا اظہار کرنا، ہمدردی خلق کا جذبہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اپنے اندر پیدا کرنا اور حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کامل اطاعت کا جُوا اپنی گردن پر ڈالنا۔ یہ ہے خلاصہ شرائطِ بیعت کا۔ پس اگر غور کریں تو یہ باتیں ایک انسان میں تقویٰ میں ترقی کا باعث بنتی ہیں اور یہ کم ازکم معیار ہے جس کی ایک احمدی سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے توقع فرمائی ہے۔

(الفضل انٹرنیشنل 22 اکتوبر 2010)

قادیان کی دُھندلکتی یادیں-زردے والا میٹھا پان

پروفیسر محمد شریف خان-امریکہ (قسط اوّل)

مشرقی افریقہ میں جب ہم بہن بھائی بڑے ہوئے، وہاں اردگرد کوئی خاطر خواہ سکول نہیں تھا، اکثر لوگوں نے اپنے بال بچوں کو ہندوستان میں قادیان یا دوسرے شہروں میں رشتہ داروں کے پاس تعلیم کے لئے بھجوایا ہوا تھا، چنانچہ ابا جی (ڈاکٹر حبیب اللہ خان صاحب) نے احباب سے مشورہ کرنے کے بعد ہمیں قادیان میں رکھنے کا فیصلہ کیا کیونکہ ہمارے سارے رشتہ دار سخت احمدی مخالف تھے۔

ہم بچے والدہ مرحومہ کے ساتھ اکتوبر 1941 میں قادیان پہنچے۔ ابا جی نے پہلے ہی سے جماعت کے ذریعہ پروفیسر ارجمند خان صاحب کے گھر واقعہ دار الرحمت کا نصف حصہ کرایہ پر لے لیا تھا۔ ہم آتے ہی سیٹل ہو گئے۔ بچوں کے لئے گھر پر پڑھانے کے لئے مرحوم ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب سابق مہر سنگھ کی خدمات جماعت کے ذریعہ حاصل کرلیں تھیں۔

ہمارا مکان ''بیبیا'' چوک میں واقعہ تھا۔ وجہ تسمیہ یہ تھی کہ میرے والدصاحب کی طرح چوک میں شامل باقی تین گھروں کے سربراہان نے بھی دو دو شادیاں کی ہوئی تھیں۔

میں اُسوقت تین چار سال کا چست و چالاک لڑکا تھا۔ عصر کی نماز کے بعد میں بھی اپنی بہنوں کے ساتھ ماسٹر صاحب سے قاعدہ یسرنا القرآن کا سبق لیتا۔ میری زبان میں لکنت تھی، ماسٹر صاحب میرا لحاظ کرتے۔ البتہ ماسٹر صاحب نے مجھے محلے کی اطفال کی تنظیم میں شامل کروا دیا تھا۔ محلے کے ناظم صاحب سے تعارف ہوا۔ انہوں نے مجھے صبح نماز کے لئے اُٹھانے کے لئے صلِ علیٰ نبینا صلِ علیٰ محمدؐ کرنے والے لڑکوں میں شامل کرلیا۔

جیسے ہی میرا اردگرد کے ماحول سے تعارف ہوا، سکول تو جانا نہیں ہوتا تھا، جونہی بھائی جان کالج کے لئے نکلتے، میں گلیوں میں مٹرگشت کرنے نکل جاتا، گھر میں کوئی پوچھنے والا نہیں تھا۔ بڑے بھائی حفیظ امرتسر میڈیکل سکول میں پڑھتے تھے، جبکہ بھائی منیر صبح کالج جاتے اور شام کو لوٹتے۔

اگرچہ سارے ہفتے کا سودا بھائی منیر جمعہ کی چھٹی کے دن بازار سے لا دیتے۔ محلے میں کوئی دکان نہیں تھی۔ بھائی جان نے بازار میں میرا تعارف ایک دکاندار سے کروا دیا تھا۔ امّی مجھے اکثر فوری ضرورت کی چھوٹی موٹی چیزیں لانے کے لئے بازار بھیجتیں۔ میں شاٹ کٹ کرتے ہوئے مسجد کی ساتھ والی گلی سے گزر کر، گرلز ہائی سکول کے سامنے جا نکلتا اور ڈھاب کے کنارے کنارے چلتا ہوا بازار پہنچ جاتا۔ اتنا لمبا فاصلہ طے کرتے ہوئے اکثر مجھے جو چیز لانے کے لئے بازار بھیجا گیا ہوتا، بھول جاتی اور پھر واپس لوٹنا پڑتا۔ آخر آپا مطلوبہ چیزوں کی فہرست اور نقدی میری جیب میں ڈال دیتیں۔ مجھے پڑھنا تو نہیں آتا تھا۔ میں وہ فہرست اور پیسے دوکاندار کو دیدیتا۔ وہ سودا تھیلے میں ڈالدیتا اور باقی نقدی ہاتھ میں پکڑا دیتا۔

میرے جیسے کھلنڈرے کے لئے بازار میں کریانے کی دکان کے علاوہ دیکھنے کی اور بھی کئی دلچسپ چیزیں ہوتیں۔ قسمہا قسم کی دوکانوں میں باہر کھڑے دیر تک کھڑا دیکھتا رہتا۔ بعض دفعہ وقت گزرنے کا احساس نہ ہوتا۔ گھر جانے پر خوب کھچائی ہوتی۔

ایک دوکان گُڈی کاغذ سے مختلف طرز کی جاذبِ طرز کی پھولدار بیلیں اور گُلدستے وغیرہ بنانے والے کی تھی جس میں دکاندار کے علاوہ سات آٹھ لڑکے کام کرتے تھے۔ میں باہر کھڑا دیکھتا رہتا کہ کیسے دوکاندار کاغذ سے پتیاں کاٹ کر سرکنڈوں پر لپیٹتا اور لپٹی پتیوں کو دبا کر ان میں سلوٹیں ڈالتا اور الگ الگ کر دیتا کہ اصلی پتیاں معلوم دیتیں۔ عام پتوں کے لئے سبز

اور پھول پتیوں کے لئے مختلف رنگ کا کاغذ استعمال کرتا۔لڑکے ان پتیوں کو دھاگے سے پتلی پتلی ڈنڈیوں کے سروں کے ساتھ دھاگے سے باندھ دیتے یا لئی سے چمٹا دیتے وغیرہ وغیرہ۔ڈنڈیوں کو اکٹھا کر کے ملٹی کلر گُلدستے تیار کیئے جاتے۔اکثر لوگ گھروں کی سجاوٹ کے لئے لے جاتے۔

بازار کے شروع میں مختلف خوشبوؤں میں بسی پان والے کی دکان تھی جہاں ہر وقت بھیڑ لگی رہتی۔آرڈر پر آرڈر، زردے والا، قوام والا، سپاری والا، میٹھا، سادہ غرضیکہ ہر قسم کا پان لینے والوں کی بھیڑ لگی رہتی۔کئی دفعہ چاہا میں بھی پان کھاؤں، مگر رُک رہا کیونکہ میں نے کبھی گھر میں کسی کو پان کھاتے نہیں دیکھا تھا۔

ایک دن کسی بات پر خوش ہو کر امّی نے مجھے ایک آنہ انعام دیا۔آج پان کھانے کی خواہش پوری کرنے کا سنہرا موقعہ تھا۔بھاگا بھاگا پان فروش کی دکان پر پہنچا۔خوش تھا آج میں بھی پان کے خریداروں میں شامل ہوں۔ دکاندار کو آنے کا سکہ دیا۔اُس نے پوچھا:"کس قسم کا پان لینا ہے۔"

مجھے گھر میں زردہ پسند تھا۔میں نے کہا:"زردے والا۔"

اگلے ہی لمحے کاغذ میں لپٹی پان کی گلوری میرے ہاتھ میں تھی۔صبر نہ ہوسکا، جونہی بازار سے نکلا، کاغذ سے نکال منہ میں رکھ لی، کچھ مزیدار میٹھا لگا۔البتہ سپاری چباتے ہوئے منہ بدمزہ ہوگیا۔راستے کے ایک طرف پان تھوک دیا۔اچانک طبیعت گھبرانے لگی، دل متلانے لگا، سر بھاری اور چکرانے لگا۔یہ مجھے کیا ہورہا ہے؟ بخار میں اسطرح کی کیفیت ہوجایا کرتی تھی۔میں نے گھبرا کر چلنے کی رفتار تیز کردی۔

جب سکول کے سامنے پہنچا تو قے آئی۔کچھ عرصہ سڑک کنارے بیٹھا رہا، کچھ طبیعت بحال ہوئی تو گھر پہنچا۔والدہ میری حالت دیکھ کر پریشان ہو گئیں۔پوچھتی رہیں کیا ہوا، کیا ہوا، دعائیں کرتے ہوئے بستر پر لٹایا۔پانی پینے سے میں نے انکار کردیا۔دل ابھی تک متلا رہا تھا۔ ذرا طبیعت بحال ہوئی تو ڈرتے ڈرتے امّی کو بتایا کہ میں نے زردے والا پان کھایا تھا۔امّی سارا معاملہ سمجھ گئیں۔مجھے کپڑا اوڑھا کر آرام سے سونے کے لئے کہا۔جب اٹھا تو طبیعت بحال تھی۔ اب کے بعد جب بھی بازار جاتا، جلدی سے پان کی دکان سے کترا کر گزر جاتا۔

شعور دے کے محمدؐ کے آستانے کا...ثاقب زیروی

شعور دے کے محمدؐ کے آستانے کا
مزاج بدلیں گے ہم اس نئے زمانے کا
یہ میرا دِل جسے دُنیا بھی دِل ہی کہتی ہے
یہ ایک جام ہے یثرب کے بادہ خانے کا
میرے سفینۂ ہستی کے ناخدا ہیں حضورؐ
مجھے نہیں اندیشہ ڈوب جانے کا
زہے نصیب کہ میرا لہو بھی کام آئے
مجھے جنوں ہے چراغ حرم جلانے کا
زمانہ جتنے ستم چاہے توڑ لے ثاقبؔ
دِلوں سے عشق محمدؐ نہیں ہے جانے کا

بلا کی رازداری ان دِنوں ہے...قتیل شفائی

بلا کی رازداری ان دِنوں ہے
بڑی وحشت سی طاری اِن دِنوں ہے
ادا ہوتا رہا ہر دم زباں سے
وہی اِک لفظ بھاری ان دِنوں ہے
یہی دِن تھے کہ اُڑتے جا رہے تھے
وہ ہی اِک رات بھاری ان دِنوں ہے
امیر اُلفتِ رنج و تماشہ
تماشے میں بھکاری ان دِنوں ہے
کسی صورت نہیں ممکن تھی ایسی
یہ جو لاحق بیماری ان دِنوں ہے
علاج دِل یہی ہے، ٹوٹ جائے
ضرورت پھر تمہاری ان دِنوں ہے

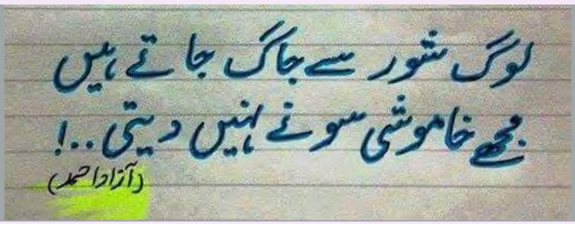

تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کے اجلاس کی روئیداد

رپورٹ مرتبہ: سید حسن خان۔ سیکرٹری اشاعت ٹی آئی کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ

مورخہ 13 دسمبر 2017ء بروز بدھ زیر صدارت محترم مبارک احمد صدیقی صاحب صدر ٹی آئی کالج ایسوسی ایشن یوکے، ایک بہت ہی دلکش اور جاذبِ نظر فنکشن بیت الفتوح کے قریب سکاؤٹ ہاؤس میں منعقد ہوا جس میں تقریباً 80 ممبران نے شرکت کی جس کی مختصراً رپورٹ پیش کی جاتی ہے۔

اس فنکشن کی ابتداء تلاوت قرآن مجید سے ہوئی جو کہ محترم سید نصیر احمد شاہ صاحب نے کی۔ بعد میں محترم صدر صاحب نے بعض سابق سٹوڈنٹس سے درخواست کی کہ وہ ٹی آئی کالج کے حوالے سے اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں۔ سب سے پہلے عبدالقدیر کوکب صاحب نے چند اشعار پڑھے۔ اس کے بعد عبدالقدیر کوکب صاحب نے ہی محترم رانا عبدالرزاق خاں صاحب کی کالج کی تاریخ کے متعلق نئی کتاب ''دانشکدہ عظیم'' پر تبصرہ فرمایا۔

پروگرام کے مطابق صدر صاحب محترم مبارک صدیقی صاحب نے شفیق میر صاحب کے ذمہ ڈیوٹی لگائی کہ وہ باری باری ان احباب کو بلائیں اور ان کو ٹی آئی کالج کے بارہ اپنے خیالات کے اظہار کا کہیں۔ اس اجلاس میں ٹی آئی کالج ایسوسی ایشن کے سینئر ممبران مکرم ڈاکٹر سردار احمد صاحب، مکرم خلیفہ فلاح الدین صاحب، مکرم جمیل الرحمن صاحب نے اس عظیم درس گاہ کی اعلیٰ اقدار کا ذکر کیا اور بتایا کہ کس طرح ٹی آئی کالج کے طلباء اپنے اساتذہ کا اکرام وادب واحترام کرتے تھے اور کیسے کیسے شفیق اساتذہ کرام ہمیں پڑھاتے رہے۔

محترم صدر مبارک صدیقی صاحب نے نصیحت کی کہ ٹی آئی کالج ایسوسی ایشن یو کے ممبران کو اپنے اعلیٰ اخلاق اور کردار کے ساتھ ثابت کرنا چاہیئے کہ وہ اس عظیم درسگاہ کے طالب علم رہ چکے ہیں اور ہمیں حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرالعزیز کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے مستحق طلباء کی مدد کرتے رہنا چاہیے۔

اس کے بعد صدر صاحب کی ہدایت کے مطابق ایک دلچسپ بیت بازی کا بھی مقابلہ ہوا جس میں دو ٹیموں نے حصہ لیا۔ ایک ٹیم میں محترم آصف علی پرویز صاحب، سید حسن خان صاحب اور عبدالقدیر کوکب صاحب اور دوسری ٹیم میں محترم ذیشان نصیر، مرزا عبدالحفیظ صاحب اور ظہیر احمد جتوئی صاحب تھے۔ دونوں ٹیموں نے بڑھ چڑھ کر شعر پڑھ کر سامعین کو خوب محظوظ کیا۔ مقابلہ برابر رہا۔

بیت بازی کے بعد صدر محترم مبارک احمد صدیقی صاحب نے بھی چند احباب کا ذکر خیر کیا جس کو سن کر تمام سامعین نے خوب داد دی۔ اس کے بعد رانا نصیر احمد صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک نظم خوش الحانی سے پڑھی۔ اس کے بعد صدر صاحب نے محترم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب امام مسجد فضل لندن کی خدمت عرض کیا کہ وہ سامعین سے خطاب فرمائیں۔ محترم امام صاحب نے ممبران کو روزانہ تلاوت قرآن کریم کرنے کی تاکید کی۔

اس کے بعد سب احباب کی خدمت میں پُر تکلف کھانا پیش کیا گیا۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آئندہ بھی ہماری ٹی آئی کالج ایسوسی ایشن کو اسی طرح بڑھ چڑھ کر پروگرام بنانے کی توفیق بخشے اور صدر صاحب کی ہدایت کے مطابق حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خواہش کے مطابق افریقہ میں قائم کردہ سکول اور وہاں کے طلباء کی سہولیات کو پورا کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

آگے صفحات پر اس فنکشن کی تصاویر ملاحظہ فرمائیں۔

تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن یو کے نے ماہ دسمبر 2017ء کی شام اجلاس عام منعقد کیا

شاملین کی تعداد ایک سو کے قریب تھی

اس اجلاس کی تصویری جھلکیاں

Fire
exit

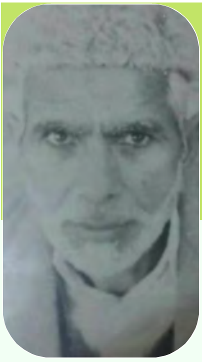

(یادِ رفتگان).. میرے نانا جان محترم عبدالقیوم خان صاحب

(عطیہ خان۔گھانا)

آج فیملی کا البم دیکھتے ہووے نہ جانے کیوں میری نظر اپنے نانا کے بندھے ہوئے ہاتھوں پر آ کر اٹک گئی جو بائیں بازو کا فالج ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کا سہارا بنے رہتے تھے...میں ماضی کے ان واقعات میں کھو گئی جو میں نے اپنی والدہ اور دوسرے کچھ رشتے داروں سے سن رکھے تھے اور میرا دل چاہا کہ میں وہ کچھ قابلِ تقلید باتیں آپ کے ساتھ بانٹوں۔ویسے تو میں صرف 10 مہینے کی تھی جب میرے نانا جان فوت ہو گئے لیکن میں نے ہمیشہ ان کو اپنے اردگرد محسوس کیا۔اس کی بہت بڑی وجہ شاید یہ بھی تھی کہ ان کی تصویر ہمیشہ ہمارے گھر میں آویزاں رہی اور آج تک ہے اور میری والدہ نے اپنے والدین سے بے انتہا محبت ہونے کی وجہ سے ان کی یادوں کو ہمارے ساتھ بانٹا اور اس طرح ان کی یادوں کو ہمیشہ زندہ رکھا۔

میرے نانا جان سن 1914 میں قادیان میں پیدا ہوئے۔ان کے والد کا نام مولوی محمد ظہور صاحب تھا اور وہ صحابیِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تھے۔میرے نانا کے تایا ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب تھے جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے معالجِ خاص ہونے کی وجہ سے کسی تعارف کے محتاج نہیں۔میرے نانا چھ سات سال کے تھے جب ان کی والدہ کا انتقال ہو گیا اور وہ میرے نانا اور ان کے چھوٹے بھائی کو داغِ مفارقت دے گئیں۔میرے نانا کے والد نے دوسری شادی کر لی۔میرے نانا کو تو ان کے تایا ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب نے اپنے گھر رکھ لیا لیکن ان کے چھوٹے بھائی شاید ان کے قابو نہ آ سکے اور وہ دردر کی ٹھوکریں کھانے کے بعد آخرکار گمنامی میں ہی گزر گئے۔

میرے نانا کو ڈاکٹر صاحب نے واجبی سی تعلیم دلوا کر ڈسپنسری کا کورس کروا دیا اور وہ قادیان کے جماعتی ہسپتال میں ڈسپنسر کے فرائض انجام دینے لگے۔ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب کے گھر پرورش پانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ میرے نانا کی شادی قادیان کے قریب واقع ایک جگہ دھوری کے نامی گرامی وکیل شیخ عباد اللہ کی بیٹی سعیدہ خانم سے ہوگئی۔

1947 میں انڈیا پاکستان کی پارٹیشن کے وقت 313 درویشانِ قادیان میں شامل ہونے کی سعادت ملی۔بعد میں خلیفۂ وقت کے حکم کی تعمیل میں میرے نانا اپنے خاندان کے ساتھ انتہائی بے سروسامانی کے عالم میں ہجرت کر گئے اور پاکستان پہنچنے کے بعد ایک مرتبہ پھر خلیفۂ وقت کے حکم کی بجا آوری میں ربوہ کو اپنا مسکن بنایا اور تامرگ فضلِ عمر ہسپتال میں ڈسپینسر کے فرائض نبھائے۔

پارٹیشن کے بعد کے دنوں میں کم وبیش سبھی کے لیے بے سروسامانی اور غربت کا عالم تھا۔کوئی پرسانِ حال نہ تھا۔یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ میری نانی جان نے ایک کھاتے پیتے گھر سے تعلق ہونے کے باوجود ہر قسم کے حالات میں میرے نانا کا ساتھ دیا۔اپنا پیٹ کاٹ کر بچوں کو پڑھایا حالانکہ بیٹیاں بڑی اور اکلوتا بیٹا سب سے چھوٹا تھا۔تنگ دستی کا یہ عالم تھا کہ شدید گرمی کے روزوں میں میٹھا پانی تک نصیب نہ تھا اور بازار سے لائی ہوئی برف چبا کر میرے نانا روزہ کھولتے تھے لیکن روزہ کبھی چھوڑا نہیں تھا۔

سردیوں میں صحن میں پڑے حمام کے یخ پانی سے نہانا پڑتا تھا کیونکہ گرم پانی میسر نہ تھا۔جبکہ میرے نانا کے وہ بھائی جو دوسری والدہ سے تھے کم عمری میں ہی ملک سے باہر نکل گئے۔میرے نانا نانی کی زندگی کا انتہائی غربت کے باوجود بنیادی مقصد اپنے بچوں کو تعلیم دلوانا رہا اور میں ان کی تیسری نسل یہ بات بہت خوشی سے کہہ سکتی ہوں کہ الحمدللہ میں ایک پڑھے لکھے خاندان سے تعلق رکھتی ہوں اور ان شاءاللہ آنے والی اگلی نسلیں اللہ کے فضل سے آباء کی اس شاندار روایت کو قائم رکھیں گی۔

نانا کی قربانی نے بہت رنگ دکھائے اور آج میرے نانا کی ساری اولاد یعنی میری والدہ، خالائیں اور ماموں نہ صرف دنیاوی بلکہ دینی لحاظ سے بھی خدا کے فضلوں کا مورد بنے ہوئے ہیں۔یہ ان ہی قربانیوں کا ثمر ہے کہ میرے نانا اور ان کی اولاد کا شجرہ تاریخِ احمدیت میں چھپ چکا ہے۔یہ ان ہی قربانیوں کا نتیجہ ہے کہ آج میرے نانا کی اولاد اور آگے سے ان کی

اولادیں دنیا کے مختلف ممالک میں اہم دینی اور دنیاوی خدمات سرانجام دے رہے ہیں الحمدللہ۔

میرے نانا یہ سب ترقیات نہ دیکھ سکے اور محض 62 سال کی عمر میں 9جولائی 1976 کو اس جہانِ فانی سے کُوچ کر گئے۔لیکن جاتے جاتے اپنی آنے والی نسلوں کو یہ پیغام ضرور دے گئے کہ خلافت سے وابستگی اور علم سے محبت انسان کو دین اور دنیا میں کامیابیوں سے ہمکنار کردیتی ہے۔میں اللہ تعالیٰ سے انتہائی عاجزانہ دعا کرتی ہوں کہ وہ میرے پیارے نانا جان کے ساتھ بہت مغفرت کا سلوک کرتے ہوئے انہیں جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین ثم آمین۔

اے روشنی..مقصود الحق

اے روشنی، اے روشنی!
تُوکس کے چہرے کی دمک
تُوکس کے چہرے کی چمک
خود میں سما کے لائی ہے
پرتُو کہاں سے آئی ہے؟
کس کا سندیسہ لائی ہے؟
جس بھی نگر سے آئی ہے
جس کا سندیسہ لائی ہے
وہ آپ کیوں آیا نہیں؟
اور اپنا چہرہ کس لئے
خود سامنے لایا نہیں؟
اے روشنی، اے روشنی!
گو یہ مجھے ہے آگہی
گو جانتا ہے دل سبھی
لیکن برائے دل لگی
جا کے کہہ دینا اسے
جو بات ہے تجھ سے کہی
اے روشنی، اے روشنی!

برکینا فاسو کے علاقے ددگو میں مسرور احمدیہ کالج کا قیام

خدا تعالیٰ کے فضل سے اور حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی پر شفقت اجازت سے ہماری ایسوسی ایشن برکینا فاسو کے علاقے ددگو میں مسرور احمدیہ کالج بنا رہی ہے۔محترم امیر صاحب برکینا فاسو کی اطلاع کے مطابق حکومت سے کالج بنانے کی اجازت لے لی گئی ہے اور زمین بھی خرید لی گئی ہے۔تقریباً ایک مہینے میں تعمیر کا کام شروع ہو جائے گا۔ایسوسی ایشن کے تمام ممبران سے نیکی کے اس کام میں شمولیت کی درخواست ہے۔

برکینا فاسو سے اطلاع ملی ہے کہ کالج کی تعمیر کے لئے سیمنٹ کے بلاکس وغیرہ کالج کے مقام پر پہنچ گئے ہیں۔بنیادیں کھودنے کا کام شروع ہو گیا ہے۔

تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن کا ایک فرض جو ہم سب نے مل جُل کر ادا کرنا ہے

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ارشاد ہے:-

”میں سمجھتا ہوں ایسوسی ایشن اگر اپنے ممبران سے مستقل رابطہ رکھے اور ممبران خود بھی ایک جذبہ کے تحت اپنی اس درس گاہ کو سامنے رکھتے ہوئے اپنا حق ادا کرنے کی کوشش کریں تو احمدی بچوں کے لئے آپ بہت کچھ کر سکتے ہیں“

(الفضل ربوہ 13اکتوبر 2011)

پاکستان کے نادار اور مستحق احمدی طلبہ کی امداد کی بابرکت تحریک حضور انور نے جاری فرمائی ہوئی ہے،اس میں دل کھول کر حصہ لیں۔یہ بچے ہمارے بچے ہیں اور ان کی زیادہ سے زیادہ مدد کرنا ہمارا فرض ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔آمین۔

مٹ جائے گی مخلوق تو انصاف کرو گے
منصف ہو تو اب حشر اُٹھا کیوں نہیں دیتے
(فیض احمد فیض)

ایک عظیم سائنس دان - پروفیسر عبدالسلام

..اور بین الاقوامی تحقیقی مرکز بن گیا

(پروفیسر آصف علی پرویز - لندن)

قسط:34

دوست: پچھلی گفتگو میں آپ نے بتایا تھا کہ صدر پاکستان کے وزیر خزانہ نے رقم دینے سے انکار کر دیا۔ میں تو ساری رات اس بارے میں سوچتا رہا کہ کتنی بڑی رقم تھی؟ کیا یہ اربوں روپوں کا معاملہ تھا؟

آصف: ایسا ہرگز نہیں تھا۔ جہاں تک میں اندازہ لگا سکتا ہوں صدر ایوب خان صاحب کی خواہش تھی کہ یہ مرکز پاکستان میں بنے۔

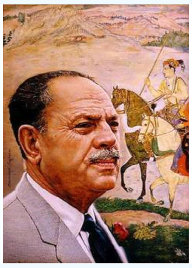

دوست: آپ سے جو میری گفتگو ہوئی ہے اس سے مجھے خوب اندازہ ہے کہ صدر پاکستان جنرل محمد ایوب خان جان چکے تھے کہ پاکستان کی ترقی سائنس کے ساتھ ہی وابستہ ہے۔

آصف: آپکا خیال بالکل صحیح ہے اور ہماری پچھلی گفتگو میں میں نے بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا تھا کہ پروفیسر عبدالسلام صاحب نے کتنے بڑے بڑے ادارے بنائے جس میں سرفہرست پاکستان اٹامک انرجی کھوٹہ کے سینٹر کے قیام کا بھی ہے۔ تاہم صدر ایوب سب کو ساتھ لیکر چلتے تھے۔ اس لئے انہوں نے وزیر خزانہ کو اپنے ساتھ ملا کر رقم فراہم کرنے کی کوشش کی۔

دوست: ذرا بتائیں کہ پروفیسر عبدالسلام صاحب کی تجویز کیا تھی؟

آصف: پروفیسر عبدالسلام صاحب نے یہ تجویز کیا کہ ہمیں ایک وسیع اور عمدہ بلڈنگ کی ضرورت ہے جس میں مختلف کانفرنس سینٹر ہوں۔ تحقیق کے لئے لائبریری ہو۔ اسی طرح نوبل انعام یافتہ اور دوسرے سائنسدانوں کیلئے رہائش کی بھی جگہ ہو تا کہ سائنس دان اپنا زیادہ سے زیادہ وقت تحقیق اور لیکچروں میں صرف کریں۔

دوست: ایسی بلڈنگ تو اس زمانے میں چند لاکھ سے بن سکتی تھی اور لاہور کے مضافات میں زمینوں کی بھی کچھ کمی نہ تھی لیکن ایسے سائنسدان ہوٹلوں میں بھی تو ٹھہر سکتے تھے۔

آصف: کیوں نہیں! تاہم مجھے اس کا ذاتی تجربہ ہے کہ سائنسدانوں کا ایک جگہ رہنے میں باہمی نظریات کا تبادلہ رات گئے تک ہو سکتا ہے۔ مجھے اس کا خوب تجربہ ہے۔ جب میں ایک بین الاقوامی ادارہ میں بطور کنسلٹنٹ Consultant پڑھا رہا تھا تو ہمارا طریق تھا کہ 9 بجے سے 6 بجے شام تک لیکچر ہوتے۔ کھانے کے بعد رات بارہ بجے تک تحقیقی سیمینار ہوتے۔ کمپیوٹر کے ان ماہرین کیلئے اسی بلڈنگ میں سونے کے کمرے بھی تھے۔

دوست: اس طرح تو سائنس دان اٹھارہ اٹھارہ گھنٹے کام کرتے ہوں گے!

آصف: بالکل چونکہ یہ کمپیوٹر کے ماہرین ساری دنیا سے انگلستان آتے تھے وہ بڑے شوق اور محنت سے اتنا زیادہ کام کرتے تھے۔ اسی لئے پروفیسر عبدالسلام صاحب کی بھی یہی خواہش تھی کہ ان سائنسدانوں کا ایک لمحہ بھی ضائع نہ ہو۔

دوست: وزیر خزانہ نے پروفیسر عبدالسلام صاحب کی تجویز کو رد کرتے ہوئے کیا دلیل دی؟

آصف: انہوں نے کہا: ”پروفیسر عبد السلام صاحب دنیا بھر کی سائنسی برادری کیلئے ایک بین الاقوامی ہوٹل قائم کرنا چاہتے ہیں نہ کہ پاکستان میں نظریاتی طبیعات کا سکول!“

دوست: شاید وزیر خزانہ کو نظریاتی طبیعات کی الف ب کا بھی علم نہیں تھا۔ انہیں اندازہ ہی نہیں تھا کہ نظریاتی طبیعات کیلئے لیبارٹریوں کی نہیں بلکہ دماغ کی ضرورت ہے اور نظریات کو ایک دوسرے سے گفتگو کر کے جانچا اور پرکھا جاتا ہے۔

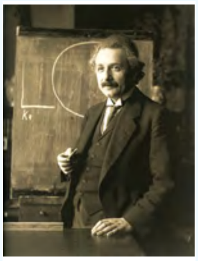

آصف: آپ بالکل صحیح کہتے ہیں۔ پروفیسر آئن سٹائن Einstein جب تحقیق کر رہا تھا تو اسے ابتداء میں کسی یونیورسٹی میں نوکری نہ ملی تو اس نے ایک دفتر میں ایک معمولی کلرک کی نوکری کی لیکن فارغ وقت وہ اپنی تحقیق جاری رکھتا اور یوں اس نے شہرہ آفاق نظریہ پر کام کیا جسے ہم Theory of Relativity کہتے ہیں۔ یہاں ہی اس نے اپنی مشہور مساوات انرجی = وزن x روشنی کی رفتار

X روشنی کی رفتار (Energy=Mass x Speed of Light x Speed of Light) کی رفتار دریافت کی جس کی بنیاد پر بعد میں ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم بنا۔

دوست: بدقسمتی سے پاکستان کی تاریخ میں ایسے کوتاہ قد لوگوں کی آج بھی کمی نہیں۔ ابھی پچھلے دنوں ایک سابق وزیر اعظم کے داماد نے قومی اسمبلی میں تقریر کرتے ہوئے کہا ہے کہ پاکستان کا قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد کے شعبہ فزکس کے نام سے پروفیسر عبدالسلام کا نام ہٹایا جائے۔ حالانکہ یہ انہی کے سسر نے خود تجویز کیا تھا۔

آصف: اس کو ہم اپنی بدقسمتی ہی کہہ سکتے ہیں کہ ایسے کم ظرف لوگ ایسی گھٹیا باتیں کرتے ہیں۔ ان صاحب کو تو علم ہی نہیں کہ پروفیسر عبدالسلام نے کیا عظیم الشان تحقیقات کیں جن پر آپ کو نوبل انعام سے نوازا گیا۔ انشاء اللہ وقت آنے پر ان تحقیقات کا تفصیلی ذکر کروں گا۔

دوست: چلئے یہ بتایئے کہ کس طرح پھر اس سینٹر کا آغاز ہوا؟

آصف: کیوں نہیں مگر اگلی محفل میں۔

لفظوں کے کچھ کنکر پھینکو
جھیل سی گہری خاموشی ہے

مجلس ادارت
رانا عبدالرزاق خان۔عطاء القادر طاہر۔سید حسن خان۔آصف علی پرویز
پروف ریڈنگ
چوہدری بشیر احمد اختر۔پروفیسر عبدالقدیر کوکب
کمپوزنگ وڈیزائننگ
خورشید احمد خادم
مینیجر
سید نصیر احمد

شکاگو میں بٹ کوائن میں پہلی بار تجارت کا آغاز

ڈیجیٹل اور ورچوئل کرنسی بٹ کوائن سے ایک اہم ایکسچینج میں پہلی بار خرید وفروخت کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ اتوار کو 11 بجے رات میں شکاگو کی سی بی او ای فیوچرز ایکسچینج پر اسے لانچ کیا گیا جس کے بعد سرمایہ کاروں کو یہ سہولت ملی کہ وہ اس کی قیمت کے بڑھنے یا کم ہونے پر بازی لگائیں۔

اس کرنسی کے مستقبل کے کاروبار میں اہم رول ادا کرنے کی توقع میں اس کی قیمت میں تیزی سے اضافہ دیکھا گیا ہے۔ بٹ کوائن کی سی بی او ای میں شمولیت کے بارے میں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ اس کرنسی کو جائز تسلیم کیے جانے کی جانب ایک قدم ہے۔ اس کے بعد یہ توقع ظاہر کی جا رہی ہے کہ آئندہ ہفتہ سی بی او ای کا حریف شکاگو مرکنٹائل ایکسچینج بھی اس کو اپنی فہرست میں شامل کر سکتا ہے۔

اہم ایکسچینج میں پہلی بار اس کرنسی کے شامل کیے جانے کی امید میں گذشتہ دنوں اس متنازع کرنسی کی قیمت دس ہزار امریکی ڈالر سے زیادہ ہو گئی اور جمعرات کو یہ 17 ہزار ڈالر تک پہنچ گئی جس کے بعد اس کی قیمت میں گراوٹ نظر آئی ہے۔

یہ عام کرنسی کا متبادل ہے جو کہ اکثر آن لائن استعمال ہوتا ہے۔ اس کی اشاعت نہیں ہوتی ہے اور بینکوں میں یہ نہیں چلتا۔ ہر دن 3600 بٹ کوائن تیار ہوتے ہیں اور ابھی ڈیڑھ کروڑ سے زیادہ بٹ کوائن استعمال میں ہیں۔ بٹ کوائن کو کرنسی کی ایک نئی قسم کہا جاتا ہے۔ اگرچہ دیگر کرنسیوں کی طرح اس کی قدر کا تعین بھی اسی طریقے سے ہوتا ہے کہ لوگ اسے کتنا استعمال کرتے ہیں۔ (بشکریہ بی بی سی اردو.کام)